

مولانا عبد القیوم حقانی  
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

## فصلائے مدارس عربیہ اور جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ایک جائزہ و تبصرہ اور تحریک و تجویز

ہر صغیر پاک و سہل میں ماہ شوال سے دینی مدارس کے تعلیمی سال کا افتتاح ہوتا ہے چنانچہ اسی ماہ میں مدارس عربیہ کے ارباب اہتمام و انتظام، قدیم اور جدید طلبہ کے داخلوں، داخلہ کے قواعد و شرائط اور ترجیحات کا تعین، نظام کی درستگی، حسب گنجائش طلبہ کے لئے ضروریات کی فراہمی، اساتذہ کا تقریر، مختلف درجات میں رد و بدل اور اضافہ، معیار تعلیم کی بلندی اور اساتذہ و طلبہ کی ہر کان کفالت و رضامندی سے متعلق جملہ امور کی تکمیل کے سلسلہ میں ان کی محنت و مشقت، جدوجہد، شب بیداری، تعب مسلسل، فراہمی چندہ کی ذلت و خواری اور مصائب و تکالیف پر صبر و تحمل اور اس پر بے پناہ اجر و ثواب، رفع درجات کے ہزار عہد اف کے باوجود کسی تنقید و اعتراض اور تنقید و اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ خالص جذبہ بہمدی اور دینی مدارس کی ترقی و بقا اور استحکام اور بہترین ثمرات و نتائج کے و ترتیب کے خیر خواہانہ جذبات کے ساتھ مدارس عربیہ کے ارباب بست و کشاد اور اہل علم و فضل کی خدمت میں ذیل کی گزارشات بطور تجویز و تحریک پیش خدمت ہیں ع

شاید اکثر جائزے تیرے دل میں میری بات

دینی مدارس در حقیقت تجدید و احیاء اسلام کی ایک موثر اور انقلابی تحریک ہیں جس کا ہدف عالم انسانیت کو ایسے افراد اور رجال کا رمیہ کرنا ہے جو اپنی اپنی جگہ ایک امت سے کسی طرح بھی کم نہ ہوں جو نابغہ روزگار علماء بن کر زندگی کے ہر میدان میں بھرپور کارگزار کی کام مظاہرہ کریں اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی تمام دینی اور ملی اور سیاسی ضرورتوں کو پورا کریں۔ موجودہ دور میں لادینیہیت، فلسفہ و الحاد، نیچریت و دہریت اور مغربی تہذیب اور مادیت کے زبردست طوفان کے درمیان سے ملت اسلام کا سفینہ پورے حزم و احتیاط اور دانشمندی سے نکال کر ساحل مراد سے لگائیں۔

دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم اور ندوۃ العلماء نے اپنے زمانہ قیام سے لے کر اب تک جو رجال کارامت کو کھڑے ہیں گو مردم سازی اور آدم گری کا ایک تاریخی ریکارڈ قائم کر دیا ہے یہ ان ہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء و مشائخ

اور اساتذہ علم کی یرکیتیں ہیں کہ آج برصغیر کے چبہ چپہ ہیں دینی مدارس کا ایک عظیم اور وسیع جال بچھا دیا گیا ہے۔ علوم اور معارف کے سمندر بہاؤ نے گئے ہیں۔ اور مدارس عربیہ کی شکل میں اشاعت اور حفاظت دین کی مستحکم چھاونیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

دینی مدارس کی وسعت اور کثرت سے ان کے قیام اور استحکام کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب مردم سازی اور رجال کاری فراہمی اور آدم گیری کا کام پہلے کی نسبت چھیند ہونا چاہئے تھا۔ مدارس کے دینی، علمی اور قومی و ملی فوائد بھی ان کی وسعت اور کثرت کی نسبت سے زیادہ سے زیادہ ہونے چاہئے تھے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ماضی میں وسائل کے فقدان اور مدارس کی قلت کے باوجود دینی اور ملی اعتبار سے امت کو دینی مدارس سے جو منافع اور فوائد مہیا ہوتے رہے اب وسائل کی بہتانت اور مدارس کی کثرت کے باوجود امت ان سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ مردم سازی اور آدم گیری کی صورت حال تو اندوہناک حد تک پستی کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس سانحہ کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سانحہ واقعہ امت کے لئے ایک عظیم المیہ ہے اس کے پس منظر اور اسباب و عوامل میں بعض امور کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مثلاً

- ۱۔ نصاب تعلیم کی قدامت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی نہ ہونے کے نقصان۔
- ۲۔ اساتذہ میں جو ہر تعلیم کے منتقل کرنے کی صلاحیتوں کا فقدان، مقناطیت حسن نیت اور اخلاص کی کمی۔
- ۳۔ طلبہ کی کمزوریاں، طلب صادق اور ذوق تشنگی کی ضرورت۔
- ۴۔ مدارس عربیہ کے ماحول میں جمود و عصبیت اور غنچیل میں زندگی اور شادابی کی روح پھونکنے والے موسم کی خزاں آشنائی۔

لاریب ان اسباب اور عوامل کے وجود اور اثر انگیزی سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر اصل مرض کی یہ تشخیص بھی صحیح نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مردم سازی، آدم گیری، علم پروری اور شخصیت کی تعمیر میں وہ سعی و محنت اور توجہ و ہمت باقی نہیں رہی۔ جو ہمارے اسلام اور اکابر اہل علم کا طرہٴ اقتدار تھا۔ زمانہ طالب علمی میں اور پھر فراغت کے بعد نو بہا لان قوم اور معماران امت کو ان کی صلاحیت اور حیثیت کے مطابق مشغلے مہیا نہیں کئے جا رہے۔ مادیت کے سیلاب اور ہوا کے رخ میں انہیں آزاد چھوڑ دیا جا رہا ہے۔ فارغ ہونے کے بعد دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے معماران قوم کو اپنے کنٹرول میں لائے بغیر خلا وسیع ہے۔ آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں وہ گردش کرتے کرتے انگریزی مدارس، عرب جامعات، مادیت اور ہوس دنیا کی سمت نکل کر اپنی تمام صلاحیتیں ادا تو انیہاں کھودیتے ہیں۔ اس طرح گویا دینی مدارس کے ایک جوہر قابل کی بہترین صلاحیتیں، دنیوی مفادات، ہوس زر اور عیش و عشرت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ کچھ طب و حکمت کی نذر ہو جاتے ہیں کچھ اپنا سفینہ جدید تعلیم کے طوفان

ہیں ڈال دیتے ہیں اور کچھ قطر، دوبئی، بحرین، سعودی عرب، مصر، لندن اور پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر جاتے ہیں اس سانحہ کے ازالہ اور ناگفتہ بہ صورت حال سے نبرد آزما ہونا دینی مدارس کے ارباب بہت دکشاد ارباب علم و فضل اور امت کی وحدت و ترقی کا در در کھنے والے بھی خوامان ملت کا اولین فریضہ منصبی ہے مگر محض نصاب تعلیم، اساتذہ طلبہ کی کمزوریوں اور مدارس کے ماحول کی صفائی اور بہتری اور اصلاح و انقلاب کا سارا زور اگر صرف اسی جانب صرف کیا جاتا رہا جیسا کہ ہمیشہ کا معمول بن چکا ہے تو اس صورت حال سے معیاری اور انقلابی سطح پر مطلوبہ بہتری کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔

بہر حال اس سلسلہ میں مؤثر پیش رفت اور امت کے اچھے ہوئے گلستان میں بہاریں تو باہمی مشاوت مشترکہ لائحہ عمل اور ایک وسیع اور مستحکم منصوبہ بندی کے ساتھ ممکن ہو سکتی ہیں۔ تاہم بطور تحریک و تجویز کے اس سلسلہ میں چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ سالِ رواں ہی سے وفاق المدارس اور جامعات کے ارباب بہت دکشاد ہر سال کے فضلاء و پرنسپلز گہری نظر رکھیں۔ ان کے ذوق و رجحان اور مستقبل کی کارگزاری کے میدان کی مناسبت سے اپنے ہاں ان کی فہرستیں مرتب کریں اور حسب صلاحیت و استعداد ان کو تدریس، تصنیف و تالیف، ریسرچ و تحقیق، اور قومی و ملی خدمات کے بہترین مواقع مہیا کرنے کی کوشش کریں اور علمی و تحقیقی شعبوں سے انہیں وابستہ کر کے ان کے ذہنوں سے تحقیق و تنقید، تحسین و تہذیب، علم و ادب، بحث و محیص، دماغی بیداریوں اور اعلیٰ علمی تحریروں کا کام لیں۔ اس سے صالح عناصر کی واقعی تربیت اور ترقی کا کام تدریج سے بطریقہ احسن انجام پاتا رہے گا۔ باصلاحیت نوجوانوں کا انتخاب، پھران کی صلاحیتوں کے مطابق کاسوں کی تفویض اور نگرانی ہی دراصل اس قومی و ملی سانحہ کا ازالہ اور موجودہ بدترین صورت حال کو ختم کر سکتی ہے۔

۲۔ گذشتہ سالوں کے فضلاء کے متعلق جامعات اور وفاق کی سطح پر خصوصی کمیٹیاں تشکیل دے کر ایک جامع اور مفصل جائزہ رپورٹ تیار کی جائے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس میدان میں مصروف عمل ہیں۔ اگر واقعہ ان کے مشاغل اور صلاحیتوں اور توانائیوں کے مصروف کا سمت قبیلہ درست ہے اور ان کی صلاحیتوں میں نگہا اور علم و عمل کی دنیا میں بہار متوقع ہے تو ان کی تشجیع اور بہت افزائی اور سرپرستی کی جائے اور اگر خدا نخواستہ ان کی صلاحیتیں لٹ گئی ہیں یا اس کا احتمال ہے تو اس کے ازالہ اور تدارک کا مشفقانہ اور حکیمانہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

۳۔ ہر سال کے فضلاء کو اپنی تربیت اور مشفقانہ گرفت میں لے کر علم و فضل کی ان کونپلوں کو تنہا و رخت ہونے تک ہر ممکن سہارا دیا جانا چاہئے۔ نیز ان کی تربیت و انتخاب گروہی جتنہ بندی، کسی کیپ سے

وابستگی اور قرابت کی بنیاد پر نہیں بلکہ استعداد اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔ اور پورے عزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ مدارس عربیہ کی سر زمین پر اگنے والے تہاں تازہ کہیں طب و حکمت کا قلم تہن جاتے۔ معاش اور اقتصاد کی ضرورت اسے انگریزی مدارس، عرب جامعات اور ان کے مشن و مقاصد کی تکمیل کا پرزہ نہ بنادیں اور اس طرح ہمارے ماں کا یہ بہترین اور باصلاحیت جوہر قابل اپنی عمدہ اور بے نظیر صلاحیتوں کو کہیں زندگی کے دوسرے مقام اور لایعنی میدان میں منتقل نہ کر دے۔ اس سلسلہ میں وفاقی المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف تحقیقی، تصنیفی، تبلیغی اور علمی شعبے قائم کر کے ٹھوس منصوبہ بندی سے ایک جامع اور ممکن العمل لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا ہے اولین مرحلے میں تجرباتی طور پر چھوٹی سطح پر کام شروع کر کے روشن مستقبل اور خوش آئند انقلاب کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

۳۔ فضلاء کو کسی بھی مناسب شعبہ اشاعت و خدمت دین میں کوئی ذمہ داری سپرد کر دینے کے بعد اس پر کڑی نظر رکھنی چاہئے کہ جو خدمت ان کے سپرد کی ہے کیا واقعہ بھی وہ ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہے اور وہ اس خدمت کو کما حقہ انجام دے سکتے ہیں۔

۴۔ اور اگر خدا نخواستہ کچھ ایسے فضلاء بھی معلوم ہو جائیں جو بد قسمتی سے زندگی کی علمی و دینی منہج کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مجبوریوں کا جائزہ لیا جانا چاہئے۔ تاکہ ممکن اور بروقت ملاو کیا جاسکے اور دوسروں کو بھی ایسی بدترین صورت حال سے دوچار ہونے سے بچایا جاسکے۔

بہر حال اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھایا جائے اور مستقبل کی جیسی بھی تعمیر کی جائے۔ ماضی کے تجربے کو قطعاً فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ تعلیم و تربیت، ضبط و کنٹرول، تنظیم و تحریک اور فضلاء کی سرپرستی و رہنمائی کا واحد مقصد "الدین" ہونا چاہئے ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا۔ اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہئے۔ الیہ کا کسی قسم کا پیوند لگانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے حقیقت بھی یہی ہے اور ملت کی اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ علمی اور روحانی کمالات کو دنیوی جاہ و منصب کی خواہش سے کم تعلق رہا ہے۔ دینی مدارس، سلسلہ انتظام، اصول ترقی، انضباط قواعد اور کثرت مصارف کے لحاظ سے جس قدر بھی بلند معیار تک پہنچ جائیں فضلاء کو اہم ملکی و سیاسی عہدے ملنے نہیں گے مگر یاد رہے کہ جس قدر بھی تحصیل جاہ و منصب کا پتہ بھاری ہوتا جائے گا علمی اور روحانی کمالات کا وزن کم ہوتا جائے گا۔ پھر علم، علم کے لئے نہیں بلکہ جاہ و ثروت حاصل کرنے کے لئے سیکھا جائے گا۔ ولا فضلہا اللہ